حضرت عبداللہ بن عباس کا منہجِ تفسیر: تفسیر القرآن بالقرآن کے اسلوب کا تحقیقی جائزہ

Hazrat Abdullah Ibn Abbas's Methodology of Tafsīr: A Research Review of the Style of Tafsir-ul-Quran bil-Quran

*محمد شہباز قادری
** شمس العارفین

Abstract

Hazrat Abdullah bin Abbasرضی اللہ عنہما, Hibrul Ummah and Tanrjuman-ul-Quran, is considered among those "Sahabahs" (Companions of the Holy Prophetﷺ) who interpreted Quran. During the time of Sahabaaرضی اللہ عنہم, Tafseer-ul-Quran-bil-Quran was in voge in the manner of Tafseer-bil-Masor. Nabi Akram ﷺ himself has adopted this style of interpretation of the Quran. Whenever a Sahabi asked him to explain any verse of the Quran, He used to recite another verse in response. This style of exegesis is found profusely in the interpretation of Hazrat Abdullah bin Abbasرضی اللہ عنہما. We find him performing tozeeh-e-mushkil and tabyeen of mubhim in a verse by reciting another verse of the Quran. He also adopts takhsees-e-aam and sometimes he interprets the Quran in the light of ikhtilaf-e-qiraat. In this article I have sought to investigate the style of interpretation of Hazrat Abdullah bin Abbasرضی اللہ عنہماso that his method of interpretation may become clear to us. It is the utmost essential to understand the interpreting style of Sahabahs to properly comprehend the Holy Quran so that we may not astray in interpreting this Holy Book.

Keywords: Hazrat Abdullah Ibn Abbas, Methodology of Tafsīr, Style of Tafsir-ul-Quran bil-Quran

---

*پی ایچ ڈی سکالر شعبۂ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف دی لاہور، لاہور
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف دی لاہور، لاہور

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کے بیٹے تھے۔ آپ خاندان بنو ہاشم کے شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام میں پیدا ہوئے۔ آپ خود اپنی ولادت کے متعلق بتاتے ہیں:"ولدت و بنو ہاشم في الشعب"[1] آپ کی پیدائش ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنے لعاب دہن سے گھٹی دی بلکہ آپ کا نام عبد اللہ بھی تجویز فرمایا۔ حضور آپ سے خصوصی شفقت فرماتے تھے اور کئی مواقع پر آپ نے ان کے لیے اللھم فقہ فی الدین وعلمہ التاویل اور اس سے ملتے جلتے الفاظ سے دعا فرمائی۔ آپ کی دعاوں اور نظر کیمیا اثر کی بدولت حضرت عبد اللہ بن عباس بچپن سے ہی حصول علم کی جانب متوجہ ہوئے اور حفظ و قرآن کے ساتھ ساتھ تمام مروجہ علوم میں مہارت تامہ حاصل کی اور خاص طور پر تفسیر القرآن میں خصوصی ملکہ کی بدولت ترجمان القرآن اور حبر الامت کے القابات سے نوازے گئے۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں مدرسۃ التفسیر کی بنیاد رکھی اور تابعین کی ایک جماعت نے ان کے سامنے زانوے تلمذ طے کیا۔ تفسیر القرآن میں آپ کی مہارت اور درک کی وجہ سے آپ کا شمار مفسرین صحابہ میں ہوتا ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سب سے زیادہ تفسیری روایات آپ ہی کی ہی۔ آپ کی تفسیری روایات سے آپ کے منہج تفسیر کا پتہ چلتاہے۔ زیر نظر مضمون میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس تفسیر القرآن بالقرآن کے اسلوب میں کس طرح آیات قرآنیہ کی تفسیر بیان فرماتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ اسلوب واضح طور پر دکھائی دیتاہے کہ ایک جگہ کسی چیز کا ذکر اختصار سے کیا جاتا ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل بیان ہوتی ہے۔ کہیں مطلق احکام ذکر ہوئے ہیں تو کہیں دوسرے مقام پر اس کا مقید ذکر ہے۔یہی حال عام وخاص اور ایجاز و اطناب کا ہے۔ اس لئے مفسر قرآن کے لئے ضروری ہے کہ ایک موضوع پر مشتمل تمام آیات جمع کر کے تفسیر بیان کرے تا کہ مطلق ومقید،عام وخاص اور مبہم و مبین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ مثلاً آدم علیہ السلام کا واقعہ جو بعض آیات میں مختصر اور دوسرے مقامات پر تفصیلاً بیان کیا گیاہے۔اس واقعہ سے متعلق تمام آیات کو ملا کر پڑھیں تو پورا واقعہ سمجھ آجاتا ہے۔ تفسیر القرآن کا پہلا ماخذ خود قرآن ہے۔ آئمہ مفسرین کے نزدیک مشہور ومتداول اصول ہے":فان القرآن یفسر بعضہ بعضا"[2] پس بیشک قرآن کا بعض حصہ دوسرے بعض حصہ کی تفسیر خود بیان کرتا ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن سے مراد ہے کہ قرآنی آیات کی روشنی میں قرآن پاک کی تفسیر کی جائے۔ اس حوالے سے امام زرکشی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"أحسن طريق التفسير أى يفسر القرآن بالقرآن،فما أجمل في مكان فقدفصل في موضع آخر،ومااختصر في مكان فانه قدبسط في آخر"[3]

---

[1] ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، فتح الباری فی شرح البخاری، کتاب الاستئذان، باب الحادی والخمسین (۱۱/۹۱) دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ

[2] زمخشری، ابوالقاسم محمود بن عمر جار اللہ، الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل، (۳/۱۲۴) دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ

[3] زرکشی، امام محمد بن عبد اللہ، البرہان فی علوم القرآن، (۳/۱۹۲) دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۵ھ

سب سے بہتر طریقہ تفسیر یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے کیوں کہ بعض مقامات پر جو اجمال ہے اس کی تفصیل دوسرے مقام پر موجود ہے اور بعض مقامات پر کسی چیز کا مختصر ذکر ہے تو دوسری جگہ پر اس کو تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔

اس انداز تفسیر کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:وههنا نكتة لطيفة الى الغاية،لابدمن معرفتها،وهي أنها قدتذكرفي القرآن العظيم قصة في موضع بالاجمال وفي موضع آخر بالتفصيل"[4] اور یہاں ایک عمدہ نکتہ ہے جس کا جاننا نہایت ضروری ہے،وہ یہ ہے کہ کبھی قرآن عظیم میں کوئی قصہ ایک جگہ میں اجمال کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے تو دوسری جگہ تفصیل کے ساتھ۔

قرآن مجید کی تفسیر جاننے کیلئے یہ نہایت اہم ہے کہ ایک موضوع کی تمام آیات کو سامنے رکھ کر مفاہیم آیات تک پہنچنے کی کوشش کی جائے کیونکہ قرآن مجید کی تفسیر کا یہ نہایت اعلی درجہ ہے۔ تفسیر القرآن کیلئے تفسیر القرآن بالقرآن کی اہمیت بیان کرتے ہوئے سیوطی لکھتے ہیں:قال العلماء: من أراد تفسيرالكتاب العزيز طلبه اولاًمن القرآن فما أجمل منه في مكان فقدفسر في موضع آخر،وما اختصرفي مكان فقد بسط في موضع آخرمنه"[5] علماء فرماتے ہیں جو شخص قرآن مجید کی تفسیر کرنا چاہتا ہے وہ سب سے پہلے اسے قرآن ہی سے تلاش کرے۔ کیونکہ قرآن میں ایک جگہ کسی چیز کو مجمل بیان کیا گیا ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے، ایک مقام پر کسی واقعہ کو مختصر ذکر کیا گیا ہے تو دوسرے مقام پر اس کی تفصیل دی گئی ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جملے کے شروع میں قال العلماء کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس انداز تفسیر کی اولیت واہمیت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن کی اہمیت کے پیش نظر تفسیر بالماثور کی تمام تفاسیر میں اس انداز تفسیر کو بہت زیادہ ترجیح دی گئی ہے۔ اور جابجا قرآنی آیات کی تفسیر میں قرآن ہی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

تفسیر بالماثور پر مبنی ذخیرہ کتب تفاسیر کو اٹھا کر دیکھیں تو نہ صرف ہر مفسر نے اس انداز تفسیر کو اختیار کیا ہے بلکہ تفسیر بالرائے محمود پر مشتمل تفاسیر میں بھی مفسرین کرام اس انداز کو اختیار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جبکہ کچھ مفسرین نے تفسیر القرآن بالقرآن کے انداز میں مستقل کتب تفاسیر بھی رقم فرمائی ہیں۔

تفسیر القرآن بالقرآن کے بارے تمہیدی گفتگو کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تفسیری اقوال میں جابجا یہ انداز تفسیر اختیار کیا گیا ہے۔ مگر یہاں تفسیر القرآن بالقرآن کی چند مختلف صورتیں بمع امثلہ ذکر کی جاتی ہیں۔ تاکہ ان کی روشنی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے منہج تفسیر کو واضح کیا جاسکے۔ تفسیر القرآن بالقرآن کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ مبہم کو مبین پر محمول کر کے تفسیر بیان کی جائے۔اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں یا تو مبہم و مبین متصل ہوتے ہیں یا منفصل۔ان دونوں صورتوں کی تفصیل مع امثلہ ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن میں تبیین مبہم کی پہلی صورت یہ ہوتی ہے کہ مجمل و مبین متصل ہوتے ہیں یعنی ایک ہی آیت کے پہلے حصہ میں جو ارشاد فرمایا جاتا ہے اس کی تفصیل اور وضاحت اسی آیت کے اگلے حصہ میں بیان کر دی جاتی

---

[4] دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث، الفوزالکبیر فی اصول التفسیر التعریب(۴۶) محمد منیر دمشقی، میر محمد کتب خانہ، کراچی

[5] السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين، الإتقان في علوم القرآن، نوع۷۸(۲/ ۲۲۵) الهيئة المصرية العامة للكتاب، ۱۳۹۴ھ

ہے۔جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے روزہ کے وقت آغاز وانتہاء کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ[6] اورکبھی ایک ہی سورہ میں مبہم آیت کی تبیین دوسری آیت کر رہی ہوتی ہے جیسا کہ سورۃ الانفال کی پہلی آیت: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ[7] کے ابہام کو اسی سورہ کی اکتالیسویں آیت: وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[8] دور کر رہی ہے۔ بالکل اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی جب تفسیر قرآن کا قصد کرتے تو ترجیحاً تفسیر القرآن بالقرآن کی کوشش کرتے۔ اب ہم جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیری روایات میں سے ان آیات قرآنیہ کی تفسیر بطور نمونہ درج کرتے ہیں جن میں آپ نے یہ انداز تفسیر اختیار کیا ہے کہ پہلے مبہم آیت کا ذکر کیا ہے اور اس کی وضاحت اور تبیین میں اسی آیت کے اگلے حصے یا اسی سورہ کی کسی دوسری آیت کو پیش کیا ہے تا کہ آپ کا منہج تفسیر واضح ہو سکے۔ مثال کے طور پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۃ الانفال کی پہلی آیت کی تفسیر: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ[9] میں اسی سورۃ کی اکتالیسویں آیت: وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[10] کو یوں ذکر کرتے ہیں"عبد الرزاق عن الثوري عن محمد بن السائب عن أبي صالح عن بن عباس قال لما كان يوم بدر قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من قتل قتيلا فله كذا وكذا فقتلوا سبعين وأسروا سبعين فجاء أبو اليسر بن عمرو بأسيرين فقال يا رسول الله إنك وعدتنا من قتل قتيلا فله كذا ومن أسر أسيرا فله كذا فقد جئت بأسيرين فقام سعد بن عبادة فقال يا رسول الله إنه لم تمنعنا زهادة في الآخرة ولا جبن عن العدو ولكنا قمنا هذا المقام خشية أن يقتطعك المشركون وإنك إن تعط هؤلاء لم يبق لأصحابك شيء قال فجعل هؤلاء يقولون وهؤلاء يقولون فنزلت يسئلونك عن الأنفال قل الأنفال لله والرسول فاتقوا الله وأصلحوا

---

[6] البقرۃ،۲:۱۸۷

[7] الانفال،۸:۱

[8] الانفال،۸:۴۱

[9] الانفال،۸:۱

[10] الانفال،۸:۴۱

ذات بينكم قال فسلموا الغنيمة إلى رسول الله صلى الله عليه و سلم قال ثم نزلت واعلموا أنما غنمتم من شيء فأن لله خمسه"[11]
سورۃ الانفال کی اس پہلی آیت میں یہ ابہام تھا کہ مال غنیمت میں سے اللہ و رسول ﷺ کا حصہ کتنا ہے؟ تو اس ابہام کو اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر اکتالیس کے ذریعے بیان کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں یہی انداز اختیار کیا ہے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن مجید کی مبہم آیات کی تفسیر میں مبین آیات اگر موجود ہوں تو انہیں کو پیش کرتے تھے کہ غزوہ بدر کی غنیمت میں بوقت تقسیم جب معاملہ الجھا تو اس کا حل جو قرآن مجید نے پیش فرمایا اسی کو بنیاد بنا کر جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت مبارکہ کی تفسیر کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کی بیان کردہ تفسیری روایات کا بنیادی ماخذ قرآن مجید ہے۔ اور تفسیر القرآن بالقرآن کی مثال ہے: تبیین مبہم متصل کی دوسری مثال، سورۃ النساء کی آیت نمبر آٹھ: ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾[12] یہ جو کہ مبہم تھی اور اس کا ابہام آیت المواریث: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ﴾[13] کے ذریعے ختم کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج بھی اسی طرح ہے: "عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : إن ناسا يزعمون أن هذه الآية نسخت ولا والله ما نسخت ولكنها مما تهاون الناس هما واليان وال يرث وذاك الذي يرزق ووال لا يرث فذاك الذي يقول بالمعروف يقول لا أملك لك أن أعطيك"[14] پہلی آیت میں جو ابہام تھا کہ تقسیم کے وقت ذوی القربی اور مساکین کو وراثت سے کتنا حصہ ملے گا، اس کو آیت المواریث نے واضح کر دیا کہ فلاں رشتہ دار کو اتنا حصہ ملے گا اور فلاں کو اتنا۔ اگرچہ بعض اہل علم نے اسے منسوخ سمجھا مگر جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حقیقت عیاں کر دی کہ یہاں تنسیخ نہیں ہوئی بلکہ تبیین ہوئی ہے۔ یوں تبیین مبہم متصل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج بھی سامنے آ گیا ہے۔ بیین مبہم متصل کی تیسری مثال، سورۃ آل عمران کی آیت نمبر تینتیس: ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ

---

[11] عبد الرزاق، ابو بکر بن ہمام الصنعانی، المصنف، کتاب الجہاد، باب ذکر الخمس سہم ذی القربیٰ، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ (رقم الحدیث: ۹۴۸۳)

[12] النساء، ۴:۸

[13] النساء، ۴:۱۲

[14] الصحیح للبخاری، کتاب الوصایا، باب رقم ۱۸ (رقم الحدیث: ۲۶۰۸)

إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَﭐ[15] ہے جو کہ مبہم تھی اور اس کا ابہام اس سورۃ کی آیت نمبر اڑسٹھ:ﭐإِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَﭐ[16] کے ذریعے ختم کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج بھی اسی طرح ہے۔" عن ابن عباس قوله: إن الله اصطفى آدمَ ونوحًا وآل إبراهيم وآل عمران على العالمين، قال: هم المؤمنون من آل إبراهيم وآل عمران وآل ياسين وآل محمد، يقول الله عز وجل: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وهم المؤمنون"[17]

اس مقام پر ایک ابہام موجود تھا کہ آیا آل ابراہیم و آل عمران کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کا چنا ہوا ہے اور اس کا برگزیدہ و محبوب ہے جیسا کہ یہود کا دعویٰ بھی یہی تھا تو اس کی وضاحت یا تبیین موخر الذکر آیہ مبارکہ میں ہوگئی کہ یہ شرف صرف انہیں کو حاصل ہے جو ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس تفسیری اثر میں بھی یہی تفسیر القرآن بالقرآن کا اسلوب اختیار گیا، یوں آپ کا منہج تفسیر بھی عیاں ہے۔

تبیین مبہم متصل کی چوتھی مثال، سورۃ النساء کی آیت نمبر انیس:ﭐيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًاﭐ[18] ہے جو کہ مبہم تھی اور اس کا ابہام اسی سورۃ کی آیت نمبر بیس:ﭐوَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًاﭐ[19] کے ذریعے ختم کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج بھی اسی طرح ہے کہ قرآن کی قرآن سے تفسیر کرتے ہیں:"عن ابن عباس قال: لا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إلا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ } وذلك أن الرجل كان يرث امرأة ذي قرابته، فيَعْضلها حتى تموت أو تَرُد إليه صداقها، فأحكَمَ الله تعالى عن ذلك، أي نهى عن ذلك"[20]

مذکورہ بالا مبہم آیت میں زمانہ جاہلیت کی اس رسم بد کو قرآن نے آڑے ہاتھوں لیا کہ بیواؤں کو میت کے ورثاء مال وراثت سمجھتے ہوئے ان پر قابض ہو جاتے اور جبتک وہ اپنا حق مہر واپس نہ کرتیں یا موت ان کا فیصلہ نہ کر دیتی ان کی گلو خلاصی نہ ہوتی تو اللہ

---

[15] آل عمران، ۳:۳۳

[16] آل عمران، ۳:۶۸

[17] الطبري، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، جامع البيان في تأويل القرآن (۶/۳۲۶) مؤسسة الرسالة، بيروت، ۱۴۲۰ھ

[18] النساء، ۴:۱۹

[19] النساء، ۴:۲۰

[20] ابن كثير، عماد الدين اسماعيل بن عمر، تفسير القرآن العظيم (۲/۲۳۹) دار طيبة للنشر والتوزيع، ۱۴۲۰ھ، مقدمة التفسير

تعالی نے فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا کہ کر اہل ایمان کو اس رسم بد سے روک دیا۔ حضرت ان عباس رضی اللہ عنہما نے اس اسلوب تفسیر کو اختیار کرتے ہوئے اس آیت کی تفسیر بیان کی۔ ان امثلہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج تفسیر ہمارے سامنے ہے۔

تبیین مبہم منفصل سے مراد ہے کہ قرآن مجید میں ایک بات مبہم بیان کی گئی ہوتی ہے تو کسی دوسری سورہ کی کسی آیت میں اس ابہام کو رفع کر دیا گیا ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾[21] پس آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے عاجزی اور معافی کے چند کلمات سیکھ لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ اب اس آیت میں مبہم طور پر حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے کلمات کا ذکر کیا گیا ہے، مگر وہ کلمات کیا تھے اس کی تفصیل دوسری سورہ اعراف کی اس آیت: ﴿قَالاَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾[22] میں بیان کی گئی ہے۔ اب ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیری روایات میں سے ان آیات قرآنیہ کی تفسیر کو بطور نمونہ درج کرتے ہیں جن میں آپ نے یہ انداز تفسیر اختیار کیا ہے تاکہ آپ کا منہج تفسیر واضح ہو سکے۔

تبیین مبہم منفصل کی پہلی مثال، سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ایک سو اسی: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾[23] ہے جو کہ مبہم تھی اور اس کا ابہام سورۃ النساء کی آیت نمبر سینتیس: ﴿الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا﴾[24] کے ذریعے ختم کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج اس طرح ہے۔" عن ابن عباس قوله:"سيطوقون ما بخلوا به يوم القيامة"، ألم تسمع أنه قال: يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ يعني أهل الكتاب: يقول: يكتمون، ويأمرون الناس بالكتمان"[25]

ان مذکورہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں ایک ابہام تھا کہ وہ بخل کرنے والے لوگ کون ہیں تو اس کی تبیین دوسری آیت میں بیان کر دی گئی ہے کہ وہ لوگ جو نہ صرف وہ خود بخل کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو اس کا حکم بھی دیتے ہیں۔ وہ یہود و نصاری ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورہ آل عمران کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے سورہ النساء کی آیت نمبر سینتیس بطور تبیین پیش کرنے کے بعد مزید وضاحت کرتے ہیں کہ یہ صاحبان بخل کوئی اور نہیں بلکہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاری ہیں اور ان کا بخل کتمان حق ہے کہ باوجود جاننے اور سمجھنے کے یہ لوگ حق کو چھپاتے ہیں۔

---

[21] البقرۃ، ۲:۳۷

[22] الاعراف، ۷:۲۳

[23] آل عمران، ۳:۱۸۰

[24] النساء، ۴:۳۷

[25] تفسیر طبري (۷/۴۳۹)

تبیین مبہم منفصل کی دوسری مثال، سورۃ الانعام کی آیت نمبر انسٹھ:"وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ"[26] ہے جو کہ مبہم تھی اور اس کا ابہام سورۃ لقمان کی آیت نمبر چونتیس:"إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ"[27] کے ذریعے ختم کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج بھی یوں ہے:"حدثنا القاسم قال، حدثنا الحسين قال، حدثني حجاج، عن ابن جريج، عن عطاء الخراساني، عن ابن عباس:وعنده مفاتح الغيب، قال: هن خمس: إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ إِلَى إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ"[28]

مندرجہ بالا پیراگراف میں پیش کی گئی آیت مبارکہ میں جو اللہ تعالیٰ کے علم غیب کی بات تھی اس میں ایک طرح کا ابہام تھا کہ اس سے کون سا علم غیب مراد ہے؟ اور کس غیب کی کنجیوں کی بات ہو رہی ہے؟ یعنی یقیناً وہی چیز ہو گی جس کے متعلق انسان عموماً متجسس رہتا ہے اور جو کوئی اسے ان اشیاء کے متعلق بتائے وہ اس کی علمی ہیبت سے مرعوب ہو جاتا ہے۔ تو سابقہ آیت کے اجمال میں جو تشنگی محسوس ہوتی تھی اسے اس آیت مبارکہ سے دور کر دیا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ بارش کب برسے گی؟ حاملہ کے شکم میں کیا ہے؟ کوئی جانتا ہے کہ کل اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے یا وہ خود کیا کرنے والا ہے؟ اور کس جگہ اسے موت سے ہمکنار ہونا پڑے گا؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت مبارکہ کو پہلی آیت کی تفسیر میں پیش کر کے تفسیر القرآن بالقرآن کی ایک بہترین مثال پیش کی ہے اور اسی سے آپ کا منہج تفسیر بھی واضح ہوتا ہے۔

تبیین مبہم منفصل کی تیسری مثال، سورۃ الاسریٰ کی آیت نمبر ساٹھ:"وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا"[29] ہے جو کہ مبہم تھی اور اس کا ابہام سورۃ الواقعہ کی آیت:"لَآكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زَقُّومٍ" کے ذریعے ختم کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج بھی اسی طرح ہے:"حدثنا علي بن عبد الله حدثنا سفيان عن عمرو عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه وما جعلنا الرؤيا التي أريناك إلا فتنة للناس قال هي رؤيا عين أريها رسول الله صلى الله عليه و سلم ليلة أسري به والشجرة الملعونة شجرة الزقوم"[30] اس میں محل شاہد

[26] الانعام، ۶:۵۹

[27] لقمان، ۳۱:۳۴

[28] تفسیر طبری (۱۱/۴۰۲)

[29] الاسریٰ، ۱۷:۶۰

[30] البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المختصر، کتاب التفسیر، باب وماجعلنا الرویاء (رقم الحدیث: ۴۴۳۹) دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۰۷ھ

شجرۃ الملعونہ ہے سورہ الاسریٰ کی مذکورہ آیت میں جو شجر ملعونہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کی وضاحت میں آپ نے سورہ واقعہ کی آیت پیش کر دی کہ اس سے مراد شجر زقوم یعنی تھوہر کا درخت ہے۔

ان مذکورہ بالا امثلہ سے ثابت ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر القرآن بالقرآن کے اسلوب تفسیر کو بہت اہمیت دیتے تھے اور آپ کی ممکنہ کوشش ہوتی تھی کہ مبہم آیات کی تفسیر مبین آیات سے ہی کی جائے۔

تفسیر القرآن بالقرآن کی تیسری صورت یہ ہے کہ ایک آیت کے حکم میں عموم پایا جاتا ہے تو دوسری آیت کی روشنی میں اس کی تخصیص کر دی جاتی ہے۔ اس کی مثال کیلئے سورہ بقرہ کی مندرجہ ذیل آیت کا مطالعہ کرتے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لاَّ بَيْعٌ فِيهِ وَلاَ خُلَّةٌ وَلاَ شَفَاعَةٌ﴾[31] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہ کہہ کر مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی ہے کہ مال و دولت کو اپنی مرضی سے خرچ کرنے کی آزادی صرف تمہاری موت تک ہے اور مرنے کے بعد یہ خرید و فروخت، یہ دوستیاں اور سفارش تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔ اس آیت کے بیان میں عموم پایا جاتا ہے اور آخرت میں خرید و فروخت، دوستی اور سفارش کی نفی بطریق عموم کی گئی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تخصیص سورہ طٰہ کی مندرجہ ذیل آیت سے کی ہے جس میں اذن ربانی پر مبنی سفارش کو قبول کرنے کی خوش خبری سنائی گئی ہے: ﴿إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾[32] سوائے اس شخص کی سفارش کے جسے اللہ تعالیٰ نے اذن و اجازت دے دی ہے اور جس کی بات سے وہ راضی ہو گیا ہے۔

حسب سابق اب ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیری روایات میں سے ان آیات قرآنیہ کی تفسیر کو بطور نمونہ درج کرتے ہیں جن میں آپ نے یہ انداز تفسیر اختیار کیا ہے تا کہ آپ کا منہج تفسیر واضح ہو سکے۔

تخصیص عام کی پہلی مثال، سورۃ نور کی آیت نمبر اکتیس: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[33] ہے جو کہ عام ہے اور اسے اسی سورۃ کی آیت نمبر ساٹھ: ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾[34] کے ذریعے خاص کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج اس طرح ہے: "حدثنا أحمد بن محمد المروزی حدثنا

---

[31] البقرۃ، ۲:۲۵۴

[32] طٰہ، ۲۰:۱۱۹

[33] النور، ۲۴:۳۱

[34] النور، ۲۴:۶۰

على بن الحسين بن واقد عن أبيه عن يزيد النحوى عن عكرمة عن ابن عباس (وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن) الآية فنسخ واستثنى من ذلك (والقواعد من النساء اللاتى لا يرجون نكاحا)"[35] سورۃ نور کی آیت نمبر اکتیس میں پردے کا حکم جو کہ تمام خواتین کے لیے عام ہے کہ سب خواتین پردہ کریں، اپنی زینت چھپا کر رکھیں اور سینوں پر دوپٹہ لیے رہیں مگر آیت نمبر ساٹھ کے ان الفاظ سے ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ﴾[36] سے ضعیف العمر اور نکاح کی خواہش نہ رکھنے والی عورتوں کی تخصیص فرمادی کہ وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس تفسیری قول سے آپ کا منہج تفسیر واضح ہوا کہ آپ تخصیص عام کے انداز میں تفسیر القرآن بالقرآن کا طریقہ اختیار کر رہے ہیں۔ تخصیص عام کی دوسری مثال، سورۃ الشعراء کی آیت نمبر دو سو چوبیس: ﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ﴾[37] ہے جو کہ عام ہے اور اسے اسی سورۃ کی آیت نمبر دو سو ستائیس: ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾ کے ذریعے خاص کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج یوں ہے: "حدثنا أحمد بن محمد المروزى قال حدثنى على بن حسين عن أبيه عن يزيد النحوى عن عكرمة عن ابن عباس قال (والشعراء يتبعهم الغاوون) فنسخ من ذلك واستثنى فقال (إلا الذين آمنوا وعملوا الصالحات وذكروا الله كثيرا"[38] سورۃ الشعراء کی اس آیت میں شعراء اور شاعری کی مذمت کی گئی کیونکہ یہ لوگ عموماً فرط جذبات میں گمراہ کن باتیں کرتے ہیں اور ان کے پیچھے لگنے والے بھی اسی قماش کے لوگ ہوتے ہیں مگر کیا ساری شاعری ایسی ہی ہوتی ہے اور کیا شاعری ایک جرم ہے اور شعر و سخن کسی کام کی چیز نہیں؟ اور اس صنف کلام سے کوئی اچھا کام نہیں لیا جا سکتا؟ تو اس آیت کے عموم کو إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا کے ذریعے خاص کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے صالح مومنین اس سے مستثنیٰ ہیں جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے تفسیری قول میں بطور استشہاد پیش کیا ہے۔ یوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر القرآن بالقرآن کے اسلوب تفسیر میں تخصیص عام کا منہج اختیار کر رہے ہیں۔

تفسیر القرآن بالقرآن کی چوتھی صورت یہ ہے کہ مطلق احکام پر مبنی آیات کی تفسیر کے لئے ان کی مقید آیات کو بھی پیش نظر رکھا جائے، کیوں کہ قرآن مجید میں یہ اسلوب بھی واضح طور پر دکھائی دیتا ہے کہ اکثر مقامات پر مطلق احکام ذکر کر دیئے جاتے ہیں اور پھر ان کی تقیید دوسری آیات سے کر دی جاتی ہے۔ مثلاً سورہ المجادلہ کی اس آیت: ﴿فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ﴾[39] میں کفارہ ظہار

---

[35] أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني، سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب رقم: ۳۶ (رقم الحدیث: ۴۱۱۱) دار الکتاب العربی، س ن

[36] النور، ۲۴:۶۰

[37] الشعراء، ۲۶:۲۲۴

[38] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب رقم: ۹۵ (رقم الحدیث: ۵۰۱۸)

[39] المجادلۃ، ۵۸:۳

کے طور پر مطلق غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، جبکہ سورہ نساء کی آیت ﴿فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ﴾[40] میں قتل کے کفارہ کے طور پر جو غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اس کے ساتھ مومن کی قید لگائی گئی ہے۔ اس طرح کفارہ ظہار میں بھی مطلق غلام آزاد نہیں کیا جائے گا بلکہ ایک مومن غلام آزاد کیا جائے گا۔ کیوں کہ سورہ نساء کی مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں اب یہ حکم مقید ہو چکا ہے۔

اس طرح اب ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیری روایات میں سے ان آیات قرآنیہ کی تفسیر کو بطور نمونہ درج کرتے ہیں جن میں آپ نے یہ انداز تفسیر اختیار کیا ہے تاکہ آپ کا منہج تفسیر واضح ہو سکے۔ تقیید مطلق کی پہلی مثال، سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر بیس: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ﴾[41] ہے جو کہ مطلق ہے اور اسے سورۃ الاسریٰ کی آیت نمبر اٹھارہ: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا﴾[42] کے ذریعے مقید کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج اسی طرح ہے: "حدثني محمد بن سعد، قال: ثني أبي، قال: ثني عمي، قال: ثني أبي، عن أبيه، عن ابن عباس، قوله: مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الآخِرَةِ نزدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ إلى وَمَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ. قال: يقول: من كان إنما يعمل للدنيا نؤته منها"[43] اس مثال میں محل شاہد وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِن نَّصِيبٍ ہے کہ ایسے شخص کا جس تمام اعمال کا مقصد اور اس کی تمام تر جدوجہد اور سعی و کاوش کا محرک حصول دنیا ہے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں یعنی اسے خائب و خاسر کر کے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ اس کے آخرت میں حصہ نہ ہونے سے مراد اس کا جہنمی ہونا ہے اور اس مطلق کو مقید کیا گیا ہے کہ حصہ ہے مگر جہنم۔

تقیید مطلق کی دوسری مثال، سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر تین: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[44] ہے جس میں موقوذہ، متردیہ اور نطیحہ کی قید ہے جسے سورۃ الانعام کی آیت نمبر ایک سو پینتالیس: ﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ

---

40 النساء، ۴:۹۲

41 الشوریٰ، ۴۲:۲۰

42 الاسریٰ، ۱۷:۱۸

43 تفسیر الطبری (۵۲۱/۲۱)

44 سورۃ المائدۃ، ۵:۳

غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[45] کے ذریعے دور کیا گیاہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج اسی طرح ہے۔" عن عائشة وابن عباس قالوا: ويدخل في الميتة: المنخنقة والموقوذة، وما ذكر في أول سورة المائدة وأكثر العلماء على أن التحريم لا يختص بهذه الأشياء، والمحرم بنص الكتاب ما ذكر هنا"[46]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورہ الانعام کی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سورۃ المائدۃ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں مذکور تقیید کو اس مطلق حکم سے دور کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کے درمیان نظم، ربط اور مناسبت کو نظم القرآن کہا جاتا ہے اور یہ اعجاز القرآن کا ایک واضح پہلو ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن کے ضمن میں اس پہلو کو بھی بطور خاص دیکھا جاتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید کی آیات کے مابین نظم وربط کی روشنی میں تفسیر القرآن کے کئی پہلو روشن ہو جاتے ہیں۔ حسب سابق اب ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیری روایات میں سے ان آیات قرآنیہ کی تفسیر کو بطور نمونہ درج کرتے ہیں جن میں آپ نے یہ انداز تفسیر اختیار کیا ہے تاکہ آپ کا منہج تفسیر واضح ہو سکے۔ نظم قرآن کی مثال کے طور پر سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر ایک:﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَوْفُواْ بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الأَنْعَامِ إِلاَّ مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ إِنَّ اللّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ﴾ [47] ہے جس میں ایمان والوں کے لئے تمام جانوروں کو حلال قرار دیا جارہا ہے مگر اسی آیت کے اگلے حصہ میں إِلاَّ مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فرما کر کچھ جانوروں کو حرام قرار دے دیا گیا ہے، جبکہ حرام کردہ جانوروں کی تفصیل اگلی آیت میں بیان کی گئی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج اس طرح ہے:"وقال ابن عباس{العقود} العهود ما أحل وحرم إلا ما يتلى عليكم } الخنزير { يجرمنكم } يحملنكم {شنآن } عداوة{ المنخنقة } تخنق فتموت{ الموقوذة } تضرب بالخشب يقذها فتموت{ والمتردية} تتردى من الجبل{ والنطيحة }تنطح الشاة فما أدركته يتحرك بذنبه أو بعينه فاذبح وكل(ليبلونكم)ليختبرن التزامكم لأمر الله تعالى ونهيه(بشيء من الصيد)بإرسال بعض الحيوانات البرية التي يحل صيدها وأكلها(تناله أيديكم ورماحكم)والمعنى يبعثه عليكم بحيث يصبح في متناول أيديكم ولا يكلفكم كبير مشقة للحصول عليه بل يستطيع أحدكم أن يمسكه بيده أو يجرحه برمحه والرمح في يده وتتمتها { ليعلم الله من يخافه بالغيب فمن اعتدى بعد ذلك فله عذاب أليم . . } ليتميز من يراقب الله في السر والعلن ومن تنهار عزيمته أمام عرض الدنيا وشهوة النفس ويتجاوز حدود شرع الله تعالى فيقع في سخطه وأليم عقابه (بهيمة الأنعام) هي الإبل والبقر والغنم وما يشابهها من الحيوانات الوحشية(إلا ما يتلى عليكم) إلا ما سنذكر لكم تحريمه وتتمة الآية { غير محلي الصيد وأنتم حرم إن الله يحكم ما يريد } أي أحللنا لكم

---

[45] الانعام، ۶:۱۴۵

[46] البغوي، محيي السنة أبو محمد الحسين بن مسعود، معالم التنزيل(۳/۱۹۸)دار طيبة للنشر والتوزيع، س ن

[47] المائدۃ، ۵:۱

الأنعام في حال امتناعكم من صيد الحيوان البري وأنتم محرمون فلا يجوز للمحرم أن يقتل صيدا في حال إحرامه مطلقا(الميتة) هي كل حيوان ذهبت حياته بدون ذبح شرعي (إلى قوله) وتتمتها والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما أكل السبع إلا ما ذكيتم وما ذبح على النصب وأن تستقسموا بالأزلام ذلكم فسق اليوم يئس الذين كفروا من دينكم فلا تخشوهم واخشون اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لإثم فإن الله غفور رحيم(أهل لغير الله ـــ) ذكر عند ذبحه اسم غير الله تعالى من الإهلال وهو رفع الصوت (وما أكل السبع) ما أكل منه حيوان مفترس له ناب يعدو به على الناس أو الدواب (إلا ما ذكيتم) إلا ما أدركتموه مما سبق ذكره وفيه حياة مستقرة فذبحتموه ذبحا شرعيا"[48]

سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر ایک میں ایمان والوں کے لئے تمام جانوروں کو حلال قرار دیا گیا مگر اسی آیت کے اگلے حصہ میں اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فرما کر کچھ جانوروں کو حرام قرار دے دیا گیا، جبکہ حرام کردہ جانوروں کی تفصیل اگلی آیت میں بیان کی گئی ہے۔ یہی اسلوب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اختیار کیا ہے لہٰذا انہوں نے تفسیر القرآن کے معاملے میں نظم القرآن کا خیال رکھا ہے اور اس کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر پیش کی ہے۔ اس طرح نظم القرآن میں آپ کا منہج تفسیر ہمارے سامنے آگیا ہے۔

نظم قرآن کی دوسری مثال کے طور پر سورۃ فصلت کی آیت نمبر سات کا مطالعہ کرتے ہیں: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ[49] اس آیت کی تفسیرمیں امام بخاری حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: "وقال ابن عباس أذن يصدق تطهرهم وتزكيهم بها ونحوها كثير والزكاة الطاعة والإخلاص{ لا يؤتون الزكاة} لا يشهدون أن لا إله إلا الله "[50]

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لفظ زکوۃ کی وضاحت اصطلاحی معنوں کی بجائے لغوی اعتبار سے کی ہے۔ اس لیے کہ اس آیت کے نظم پر غور کریں تو یہ بات عیاں ہے کہ اس آیت سے پہلی آیات میں مشرکین مخاطب ہیں اس لیے یہاں لفظ زکوۃ کے اصطلاحی معنی مراد نہیں لیے جاسکتے کیونکہ مشرکین کو شرعی احکام کا مکلف نہیں بنایا جاسکتا اور نہ ہی شرک کے ساتھ اعمال صالحہ کا کوئی فائدہ ہو سکتا ہے یوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نظم القرآن کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے اس آیت کی تفسیر کی ہے اور یہی آپ کا منہج تفسیر دیگر آیات کی تفسیر میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

---

48 الصحیح للبخاری، کتاب الذبائح والصید، باب التسمیۃ علی الصید

49 فصلت، ۷،٦:۴۱

50 الصحیح للبخاري، کتاب التفسیر، باب سورۃ البراۃ (۴/۱۷۰۷)

تفسیر القرآن بالقرآن کی ایک اہم صورت یہ بھی ہے کہ ناسخ و منسوخ کا لحاظ رکھتے ہوئے قرآنی آیات کی تفسیر بیان کی جائے۔ قرآن کے تدریجا نزول کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بنی نوع انسان کی آسانی کے لئے بہت سارے احکامات مثلا شراب نوشی کو یکبارگی حرام نہیں قرار دیا گیا بلکہ تدریجا حرمت کو بیان کیا گیا ہے تاکہ انسانی طبائع پر ناگوار نہ گزرے۔ اس طرح قرآن مجید میں ایک آیت پر عمل واجب ہوا تو کچھ عرصہ بعد وہ حکم منسوخ ہو گیا اور نیا حکم واجب العمل قرار پایا یوں بعد میں نازل ہونے والی آیت ناسخ اور پہلی آیت منسوخ کہلائی۔ جس طرح اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اَمَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آ[51]تفسیر بالماثور کے ضمن میں ناسخ و منسوخ کی بحث بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے، خاص طور پر اس کا تعلق آیات الاحکام سے زیادہ ہے۔

اب ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیری روایات میں سے ان آیات قرآنیہ کی تفسیر کو بطور نمونہ درج کرتے ہیں جن میں آپ نے یہ انداز تفسیر اختیار کیا ہے اور قرآن کے ناسخ و منسوخ کا خیال رکھا ہے۔ تاکہ آپ کا منہج تفسیر واضح ہو سکے۔

ناسخ و منسوخ کی قرآن مجید سے چند مثالیں درج ذیل ہیں؛ مثلا سورۃ البقرہ کی آیت نمبر تینتالیس:اَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ آ[52]اور آیت نمبردو سو انیس:اَ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ آ[53]ہیں جو سورۃ المائدہ کی آیت نمبر نوے:اَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ آ[54] کے ذریعے منسوخ کر دی گئی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج اس طرح ہے کہ آپ ناسخ و منسوخ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے آیت قرآنی کی تفسیر کرتے ہیں۔ امام ابوداود اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:"حدثنا أحمد بن محمد المروزي قال ثنا علي بن حسين عن أبيه عن يزيد النحوي عن عكرمة عن ابن عباس قال { يا أيها الذين آمنوا لاتقربوا الصلاة وأنتم سكارى } و { يسألونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس } نسختهما التي في المائدة { إنما الخمر والميسر والأنصاب}"[55]اس تفسیری روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورہ بقرہ کی مذکورہ بالا دونوں آیات کو سورہ المائدہ کی آیت نمبر نوے کے ذریعے منسوخ قرار دیا ہے کہ پہلے شراب کی صرف مذمت بیان کی گئی کہ اس میں منفعت سے نقصان زیادہ ہے بعد ازاں بوقت نماز شراب نوشی سے منع فرمایا گیا اور اس کے بعد مکمل طور پر اسے حرام قرار دیا گیا اس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ناسخ و منسوخ کی روشنی میں تفسیر بیان کی ہے اور یہی ان کا تفسیری

---

[51] البقرۃ،۲:۱۰۶

[52] البقرۃ،۲:۴۳

[53] البقرۃ،۲:۲۱۹

[54] المائدۃ،۵:۹۰

[55] السنن لابی داود، باب فی تحریم الخمر (رقم الحدیث:۳۶۷۲)

منہج ہے۔اس کی دوسری مثال سورۃ النساء کی آیت نمبرپندرہ اور سولہ:ا وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًاo وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنْكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًاآ[56] ہیں جوسورۃ النور کی آیت نمبردو:ا الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَآ[57] کے ذریعے منسوخ کردی گئی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج اس طرح ہے کہ آپ نے ناسخ و منسوخ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے آیت قرآنی کی تفسیر بیان کی ہے:"حدثنا أحمد بن محمد بن ثابت المروزي حدثني علي بن الحسين عن أبيه عن يزيد النحوي عن عكرمة عن ابن عباس قال : { واللاتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم فإن شهدوا فأمسكوهن في البيوت حتى يتوفاهن الموت أو يجعل الله لهن سبيلا } وذكر الرجل بعد المرأة ثم جمعهما فقال { واللذان يأتيانها منكم فآذوهما فإن تابا وأصلحا فأعرضوا عنهما } فنسخ ذلك بآية الجلد فقال { الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة }"[58]

نزول قرآن کے ایام اولیٰ میں برائی میں مبتلاء ہونے والی عورت کے لیے یہ حکم آیا کہ اسے گھر میں ہی محبوس رکھا جائے گا اس کے بعد اس حکم کو منسوخ کرکے اس کے لیے کوڑوں کی سزا کا اعلان کیا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے مندرجہ بالا تفسیری قول میں تنسیخ کے اسی الوہی اہتمام کو برقرار رکھا ہے، اسی کو بیان کیا ہے اور یہی آپ کا منہج تفسیر ہے۔ تیسری مثال سورۃ البقرہ کی آیت نمبرایک سو چوالیس:اقَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَآ[59] ہے جس کے ذریعے تحویل قبلہ کا حکم دے کر سابقہ جاری العمل جہت قبلہ اول کو منسوخ کردیا گیا۔اس آیت کی تفسیر میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج اس طرح ہے کہ آپ بھی ناسخ و منسوخ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے آیت قرآنی کی تفسیر کرتے ہیں:"عن عطاء عن بن عباس قال أول ما نسخ من القرآن فيما ذكر لنا والله أعلم شأن القبلة قال الله تبارك وتعالى { ولله المشرق والمغرب فأينما تولوا فثم وجه الله } فاستقبل رسول الله صلى الله عليه و سلم فصلى نحو بيت المقدس وترك البيت العتيق فقال سيقول السفهاء من الناس ما ولاهم عن قبلتهم التي كانوا عليها يعنون بيت المقدس فنسخها فصرفه الله إلى

---

56 النساء، ۱۶،۱۵:۴

57 النور، ۲:۲۴

58 السنن لابی داود، کتاب الحدود، باب الرجم (رقم الحدیث: ۴۱۳ا)

59 البقرۃ، ۲:۱۴۴

البيت العتيق فقال ومن حيث خرجت فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيثما كنتم فولوا وجوهكم شطره : وفي كلام الشافعي رحمه الله بيان ما في هذه الرواية عن بن عباس رضي الله تعالى عنهما وهو أنه دخل في مبسوط كلامه فلما هاجر إلى المدينة استقبل بيت المقدس موليا عن البيت الحرام وهو يحب لو قضى الله له باستقبال البيت الحرام فأنزل الله عز و جل هذه الآية إلى أن أنزل الله { قد نرى تقلب وجهك في السماء } قال الشيخ وروي عن بن عباس أنها نزلت في قولهم ما ولاهم عن قبلتهم التي كانوا عليها"[60]

اسلام کے ابتدائی ایام سے مسلمان بیت المقدس قبلہ اول کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کردہ مندرجہ بالا قول کے مطابق: اقَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ آ[61] والے ارشاد گرامی سے اس جاری العمل جہت قبلہ کو منسوخ کر کے بیت اللہ الحرام کعبہ معظمہ کو قبلہ قرار دیا گیا۔

ناسخ و منسوخ کی چوتھی مثال سورۃ النساء کی آیت نمبر آٹھ: اوَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا آ[62] ہے جو اسی سورہ کی آیت نمبرگیارہ: ا يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا آ[63] کے ذریعے منسوخ کر دی گئی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج اس طرح ہے کہ آپ بھی ناسخ و منسوخ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے آیت قرآنی کی تفسیر کرتے ہیں۔ "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهُ: وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ " نَسَخَتْهَا آيَةُ الْمِيرَاثِ، فَجَعَلَ لِكُلِّ إِنْسَانٍ نَصِيبَهُ مِمَّا تُرِكَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ"[64]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے موقف کے اعتبار سے سورہ النساء کی اس آیت نمبر آٹھ کو آیت نمبر گیارہ کے ذریعے منسوخ کیا گیا ہے اور انہوں نے یہ واضح کیا ہے کہ تقسیم وراثت کے وقت جو انہیں کھلانے کا فرمایا گیا تھا اب اس کی ضرورت باقی نہیں

---

60 البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر، سنن الكبرى للبيهقي، كتاب الحيض، باب استبيان الخطا بعد الاجتهاد، (رقم الحديث: ۲۰۷۹) مكتبه دار الباز، مكة المكرمة، ۱۴۱۴ھ

61 البقرة، ۲:۱۴۴

62 النساء، ۴:۸

63 النساء، ۴:۱۱

64 ابو محمد بن عبد الرحمنبن آبي حاتم الرازي، تفسير القرآن العظيم (رقم الحديث: ۴۹۰۸) س ن

رہی کیونکہ اس کی جگہ ان کے حصے جو کہ انہیں وراثت سے ملنے تھے واضح کردیے گئے ہیں۔ ان مذکورہ امثلہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج تفسیر عیاں ہوتا ہے کہ کس طرح آپ ناسخ و منسوخ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے آیات قرآنیہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

تفسیر القرآن بالقرآن کا ایک اصول یہ ہے کہ ایک آیت میں بیان کردہ کسی حکم کی کسی دوسری آیت سے تائید بیان کی جاتی ہے۔ جس طرح کہ سورۃ احزاب کی آیت: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا[65] میں وَامْرَأَةً کے ساتھ جو مُؤْمِنَةً کی قید لگائی گئی ہے۔ اس حکم کی تائید سورۃ المائدہ کی اس آیت: الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ[66] کے ذریعے کی گئی ہے۔ اب ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیری روایات میں سے اس آیت قرآنیہ کی تفسیر کو بطور نمونہ درج کرتے ہیں جن میں آپ نے یہ انداز تفسیر اختیار کیا ہے تاکہ آپ کا منہج تفسیر واضح ہوسکے۔ مثال کے طور پر مذکورہ بالا آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "قال ابن عباس رضي الله عنهما : نهي رسول الله صلى الله عليه و سلم عن أصناف النساء إلا ما كان من المؤمنات المهاجرات قال : { لا يحل لك النساء من بعد ولا أن تبدل بهن من أزواج ولو أعجبك حسنهن إلا ما ملكت يمينك } فأحل الله فتياتكم المؤمنات وامرأة مؤمنة إن وهبت نفسها للنبي وحرم كل ذات دين غير الإسلام ثم قال : { ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله وهو في الآخرة من الخاسرين } وقال : { يا أيها النبي إنا أحللنا لك أزواجك اللاتي آتيت أجورهن وما ملكت يمينك مما أفاء الله } إلى قوله { خالصة لك من دون المؤمنين } وحرم ما سوى ذلك من أصناف النساء"[67] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سورہ احزاب کی مندرجہ بالا آیت میں وَامْرَأَةً کے ساتھ مُؤْمِنَةً کی جو قید لگائی گئی ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وحرم کل ذات دین غیر الإسلام کہ اسلام کے علاوہ کوئی اور دین رکھنے والی عورت حضور کے نکاح میں نہیں آسکتی اور پھر اس

---

[65] الاحزاب، ۳۳:۵۰

[66] المائدۃ، ۵:۵

[67] الترمذي، أبو عیسی محمد بن عیسی، الجامع الصحیح سنن الترمذي، کتاب التفسیر، باب سورۃ الاحزاب (رقم الحدیث: ۳۲۱۵) دار إحیاء التراث العربي، بیروت

آیت مؤیدہ کی تائید میں سورہ مائدہ کی آیت نمبر پانچ کو بطور آیت مؤیدہ تلاوت کرتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منہج اس طرح ہے کہ آپ بھی تائید حکم القرآن کے اسلوب پر عمل کرتے ہوئے آیت قرآنی کی تفسیر کرتے ہیں۔

خلاصۂ بحث

مذکورہ بالا امثلہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ کس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر القرآن بالقرآن کے مختلف اندازہائے تفسیر کو اختیار کرتے ہوئے قرآن پاک کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ کبھی تبیین مبہم تو کبھی تخصیص عام کا انداز اپناتے ہیں۔ کہیں تقیید مطلق تو کہیں ناسخ و منسوخ کے اصول اختیار کرتے ہیں۔ یوں تفسیر القرآن میں آپ کا منہج بھی کھل کر سامنے آگیا ہے جس سے ہم تفہیم القرآن کے سلسلے میں راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔